حنا بشریٰ

رشتے کانچ سے

ناولٹ

''بس پھر میں بات پکی سمجھوں عارفہ بہن!''
نہایت خوشدلی سے مسکراتی خاتون نے ایک نظر سب حاضرین پر ڈالی تھی۔ آنکھوں میں جگنوؤں کی طرح چمکتی خوشی اور جوش کے ساتھ استفسار بھی جھلکا تھا۔

''بالکل..... بات پکی ہی سمجھیں!'' عارفہ کچھ تذبذب کا شکار نظر آئیں تو اک نظر سامنے بیٹھے جمیل صاحب پر ڈالی تھی۔ عارفہ کو خاموش دیکھ کر جمیل صاحب نے فوراً جواب دیا تھا۔

یہ حقیقت تھی کہ جمیل صاحب کی اجازت کے بغیر وہ ایک قدم بھی نہیں اٹھاتی تھیں۔ ان ہی کا ہر فیصلہ عارفہ کے لیے پتھر پہ لکیر ہوتا تھا۔ جمیل صاحب کے جواب نے تو جیسے خوشیوں کی دیگ کا منہ کھل دیا تھا۔

''مبارک..... مبارک..... بھئی عالیہ پھر منہ تو میٹھا کرواؤ!'' جیسے ہی ہاں ہوئی وہ خاتون تو خوشی سے نہال ہوتے ہوئے عالیہ سے بولیں اور ساتھ بیٹھی فائزہ کے ہاتھ پر پانچ ہزار کا نوٹ رکھتے ہوئے گلے لگایا تھا۔ مٹھائی کی پلیٹ باری باری سب کے آگے کرتے ہوئے عالیہ کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔

عالیہ کی چھوٹی بہن کی بات پکی ہوگئی تھی اسے بے حد خوشی تھی۔

''ابھی صرف بات پکی ہوئی ہے۔ باقاعدہ منگنی کے لیے تو چھوٹی سی رسم کروں گی!'' فائزہ کی ہونے والی ساس نے جوش و خروش کا اظہار کرتے ہوئے کہا تو عالیہ اور عارفہ کی آنکھوں میں خوشی آنسوؤں کی شکل میں جھلملانے لگی تھی۔

مہمانوں کے آگے چائے اور دیگر لوازمات رکھتے ہوئے عالیہ کے ہاتھوں میں نہایت تیزی سی آگئی تھی جیسے اسے کوئی بہت ضروری کام یاد آگیا ہو۔

''ارے بیٹا..... تم بھی تو چائے پیو!'' مہمان خاتون نے عالیہ کو پکارا تھا۔

مگر عالیہ کی حالت تو ایسی ہو رہی تھی کہ جیسے پر لگا کر اڑ جائے۔

''آتی ہوں..... بس ابھی

www.pdfpklibrary.com

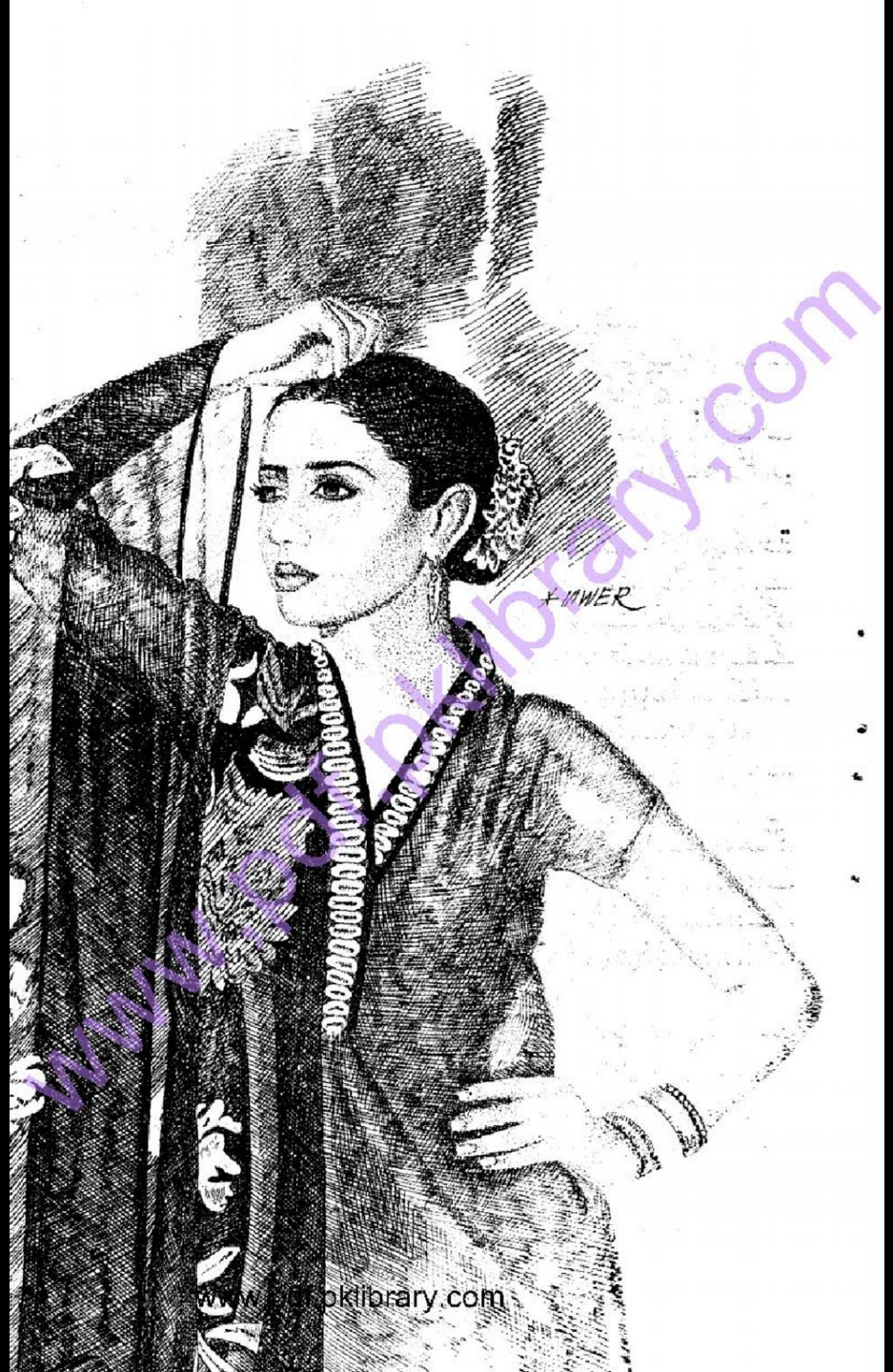

www.pdfbooklibrary.com

آئی!'' اس نے خوش دلی سے جواب دیتے ہوئے بہانا بنایا تھا۔

اصل بات تو یہ تھی کہ اس کے لیے حلق سے کچھ بھی اتارنا دشوار ہوا جارہا تھا۔ بہانہ بنا کر وہ جو تیزی سے کمرے سے باہر نکلی تو عارفہ کی نگاہوں سے بیٹی کی چال کی تیزی، گھبراہٹ اور چہرے کی الجھن مخفی نہ رہ سکی۔ ایک گہری سی سانس لے کر انہوں نے فی الحال عالیہ کی حالت کو نظر انداز کیا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ بیٹی کے حلق سے کیوں کچھ نہیں اتر رہا تھا۔ وہ اچھی طرح سے واقف تھیں کہ کس بات کی گھبراہٹ اس کے سر پر سوار تھی اور اب عالیہ کے قدموں کا رخ کس طرف ہوگا۔

عالیہ نے کچن میں جا کر ٹرے نکالی۔ ٹرے میں سموسے، دہی بھلے، فروٹ کیک، نمکو، پیٹیز کے ساتھ جلیبیاں رکھیں، چائے کا کپ رکھ کر سرعت سے باہر نکلنے لگی تھی کہ کچھ یاد آیا۔ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر اپنے ہونق پن کو جیسے سرزنش کی۔

''لو سب سے اہم چیز تو بھول ہی گئی.....!''

مٹھائی کے ڈبے سے اچھے اچھے چھ سات پیس نکال کر پلیٹ بھری کیونکہ وہ جانتی تھی کہ مٹھائی کی غیر موجودگی میں تو جیسے طوفان آجاتا یا پھر کوئی بڑا ہنگامہ۔ اور وہ خوشی کے موقع پر کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھی۔ محتاط قدموں کے ساتھ وہ سیڑھیاں چڑھی تھی کہ عارفہ کی نظروں سے نہ چھپ سکی۔

''اچھا تو اس بات کی فکر ہو رہی تھی عالیہ کو!'' ان کا دل ایک لمحے کے لیے غمزدہ سا ہو گیا تھا۔

''یہ لیجیے جناب منہ میٹھا کیجیے!'' مٹھائی کی پلیٹ سے ایک پیس چمچ سے اٹھا کر شوہر کی جانب بڑھاتے ہوئے وہ خوش دلی سے بولی تھی کہ زاہد نے نہایت خفگی کے ساتھ عالیہ کا ہاتھ پرے کر دیا۔

''ہٹو پیچھے.....!'' خفگی کا انداز عام نہ تھا کہ وہ نہ گھبراتی۔

''کیا ہوا زاہد! طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی.....؟'' عالیہ نے پریشان لہجے میں پوچھا تھا۔

زاہد کا چہرہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔ یعنی گلے شکووں کا ایٹم بم تیار ہے جو بس ذرا سی دیر میں عالیہ کے سر پھٹنے والا تھا۔

''اچھا اچھا بس رہنے دو، زیادہ فکر کا ناٹک کرنے کی ضرورت نہیں ..... بڑی آئیں میری ہمدرد.....'' زاہد نے بدلحاظی سے کہتے ہوئے ٹی وی کا والیم بھیا نک حد تک اونچا کر دیا کہ شور کانوں کے پردے پھاڑنے لگا تھا۔

یہ اس کی عادت تھی وہ سامنے والے کو اکثر شٹ اپ کال اسی انداز میں دے کر اپنے غصے کا اظہار کرتا تھا۔ ٹی وی کی آواز اتنی اونچی کر دیتا کہ سامنے والا اٹھ کر چلا جائے۔ مگر عالیہ تو بیوی تھی اور بیوی کے لیے کہاں آسان ہوتا ہے یوں اٹھ کے چلے جانا۔ غصے کے جواب میں غصہ دکھانا، بدتمیزی کے بدلے میں بدتمیزی سے پیش آنا اور عالیہ جیسی بیوی جو نہایت ڈرپوک سی تھی۔ جو ہر پل مجازی خدا کی ناراضی سے ڈرتی تھی۔

''سارا کچھ کرا کرا کے..... فارغ ہو کر آگئیں یہ مٹھائی کے چند دانے میرے منہ پر مارنے!''

نہ جانے کس بات پر زاہد اتنا تپا بیٹھا تھا جبکہ اے سی کی ٹھنڈک نے کمرے کو یخ بستہ کر رکھا تھا۔

زاہد کو کمرے کا اے سی بند کرنا بالکل برداشت نہ تھا۔ ایک پل کے لیے بھی اے سی بند ہوتا تو زاہد کا دماغ بھٹی بن جاتا تھا مگر آج تو اے سی بھی بند نہ تھا مگر زاہد کا دماغ بھٹی سے بھی زیادہ گرم ہوا جارہا تھا۔ دائیں ٹانگ کو ذرا سا کھڑا کرتے ہوئے زاہد کے چہرے پر غصے کے ساتھ تکلیف بھرے تاثرات ابھرے تھے۔ ٹی وی چینل تیزی سے بدلتے ہوئے وہ نا جانے کس چینل کی تلاش میں تھا یا پھر دماغ پر غصہ ہی اتنا چڑھا تھا کہ سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ کون سا چینل ٹک کے دیکھے۔

لمحہ بھر کے لیے تو عالیہ سخت بدمزہ ہوئی تھی۔ جتنا وہ چاہتی تھی کہ خوشی کے موقع پر کوئی بدمزگی نہ ہو مگر وہ بن بلائے مہمان کی طرح آن ٹپکی تھی۔ زاہد کے ہاتھ

www.pdf.pklibrary.com

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں

تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا

پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی

تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے

ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر

ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر

پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

سے ریموٹ پکڑ کر ٹی وی آف کیا تو یک لخت کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ ایسی خاموشی جو درکار تھی تاکہ سکون سے بات کی جا سکے۔

"کیا سب کر کرا کے زاہد..... ابھی تو صرف بات پکی ہوئی ہے۔ باقاعدہ منگنی کی رسم تو اگلے اتوار کو ہے!" عالیہ کا لہجہ دکھی سا تھا۔ اسے زاہد کا یہ رویہ بالکل بھی اچھا نہ لگا تھا مگر چاہ کر بھی زبان سے کچھ نہ کہہ پائی..... ویسے بھی اس کی کہاں مجال تھی کہ شوہر نامدار کو یہ کہہ دیتی کہ "زاہد مجھے آپ کے رویے سے دلی تکلیف ہوئی ہے۔"

وہ جانتی تھی کہ یہ الفاظ ایسے تھے کہ ہیروشیما پہ ایک بار پھر بم گر جاتا۔ وہ طوفان اٹھتا کہ الامان۔

"نہ پانچ ہزار..... بات پکی ہونے پر فائزہ کے ہاتھ پہ رکھ کر چلی گئیں۔ وہ سب کیا تھا۔ بی بی اسے منگنی کہتے ہیں۔ بڑی آئی مجھے عقلیں دینے والی۔"

پھنکارتے ہوئے زاہد نے زہر اگلا اور ساتھ ساتھ ہی اپنی ٹانگ کو ورزش کے انداز میں حرکت دینے لگا تھا۔ مگر عالیہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بھی زاہد کے چہرے کو تو کبھی اس کی فریکچر ٹانگ کو دیکھ رہی تھی۔

چند روز پہلے زاہد کا معمولی سا روڈ ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ بظاہر تو زیادہ چوٹیں نہیں آئی تھیں مگر زاہد کے بقول گھٹنے کی ہڈی ہل گئی ہے۔ اسی وجہ سے وہ پورے ایک ہفتے سے مکمل بیڈ ریسٹ پر تھا۔ کھانا پینا تک بیڈ پر ہی ہو رہا تھا۔ کوئی ملنے ملانے کے لیے بھی کمرے میں ہی آتا تھا۔ اتنی تکلیف تھی کہ بندہ بیڈ سے نہیں اتر سکتا تھا تو وہ کیسے سیڑھیاں اتر سکتا تھا۔ اور نیچے اترے بغیر کیسے معلوم ہو گیا کہ فائزہ کے ہاتھ پر اس کی ہونے والی ساس پانچ ہزار کا نوٹ رکھ کر گئی تھیں۔ یہ تو صرف وہی شخص جان سکتا ہے جو وہاں اس وقت موجود تھا۔ اس کے علاوہ تو زاہد کے پاس ایسی کوئی روحانی کرامات نہیں تھی کہ وہ غائبانہ شکل میں سب کے درمیان بیٹھ کر سب پتا چلا گیا ہو۔

"تو کیا زاہد چپکے سے سیڑھیاں اتر کر آئے تھے۔ اوہ میرے خدا یعنی یہ فریکچر ڈراما تھا سب!" اس کے اندر کوئی کرلایا تھا۔

"یعنی اتنے دنوں سے سب گھر والوں سے خوب خدمتیں لے کر انہیں الو بنایا جا رہا تھا۔ وہ دکھ کے مارے بول ہی نہ پائی تھی۔ ویسے بھی ذرا سی جرح کرنے پر زاہد نے تو اس کی گردن مروڑ دینی تھی۔

☆☆☆

زاہد گھر داماد تھا۔ وہ عالیہ کی سگی خالہ کا بیٹا تھا۔ باپ پیدائش کے وقت ہی ملک عدم سدھار گئے۔ سات سال تک ماں کے سائے میں بچپن کی دھوپ چھاؤں دیکھی جیسے مرغی کے پروں تلے چھپا ننھا سا چوزہ، پھر ایک رات ماں بھی بھری دنیا میں تنہا چھوڑ گئی تو زاہد بالکل تنہا پڑ گیا۔ رشتے دار تو بہت تھے مگر زاہد کی مکمل ذمہ داری لینے کو کوئی تیار نہ تھا۔

کبھی کوئی رشتے دار سال میں دو جوڑے لا دیتا۔ تو کبھی کوئی کھلونے دے جاتا۔

ننھیالی رشتوں میں صرف عارفہ خالہ تھیں جنہیں ہر پل اپنے یتیم بھانجے کی فکر ستائے رکھتی تھی۔ دل میں خواہش تھی کہ اسے اپنے گھر لے آئیں مگر گھر کے اخراجات پر اضافی بوجھ کی وجہ سے مجبور تھیں۔ ہر وقت بھانجے کی فکر دامن گیر رہتی۔ کھانے بیٹھتیں تو معصوم بچے کا چہرہ یاد آ جاتا کہ وہ بھی بھوکا ہوگا۔ ایک دن ڈرتے ڈرتے جمیل صاحب سے بھانجے کو گھر لانے کی خواہش اظہار کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔

"عارفہ آگے ہی خرچے بہت ہیں۔ پھر اماں (عارفہ کی ساس) کبھی بھی تمہارے بھانجے کا وجود برداشت نہیں کریں گی۔ انسان اپنے سگے رشتوں کو بوجھ سمجھنے لگتا ہے یہ تو پھر ان کے لیے غیر ہے۔ خوامخواہ کسی یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جائے اور گناہ گار بھی ہوں۔ اس لیے بہتر رہے کہ تم اپنے کسی بھائی کو کہو کہ تمہارے بھانجے کی ذمہ داری اٹھائیں۔"

جمیل صاحب کی بات اپنی جگہ درست تھی۔ عارفہ کی ساس سخت مزاج تھیں۔ ایک ایک چیز کا گن گن کر حساب رکھتی تھیں۔ عارفہ کے بھانجے کا وجود تو

www.pdf.pklibrary.com

ان کے لیے حلق میں چبھے کانٹے کی طرح ہوتا تھا۔ جو ہر پل انہیں تکلیف دیتا۔

عارفہ نے جمیل صاحب کی باتوں پر سنجیدگی سے غور کرتے ہوئے اپنے بھائیوں سے بات کی۔ پہلے پہل تو کوئی تیار نہ ہوا مگر جب عارفہ نے بھی تعاون کی یقین دہانی کروائی تو ایک بھائی مان ہی گیا۔ عارفہ ہر مہینے بچت کر کے کچھ نہ کچھ رقم زاہد کے لیے بھجواتیں۔ مہنگائی کے دور میں یہ سب آسان تو نہ تھا مگر وہ اپنی ضروریات روک کر زاہد کے لیے بچاتیں۔

جیسے تیسے کر کے وقت گزرنے لگا۔ زاہد عارفہ کے لیے اپنی اولاد جیسا تھا۔ وہ اکثر سوچتیں کہ اپنے بھانجے کے لیے بہت کچھ نہیں کر پاتیں، اپنی نرم دلی کی وجہ سے انہیں اپنا آپ مجرم سا لگنے لگتا تھا دل کے نہاں خانوں میں انہوں نے ایک خواہش پال لی تھی کہ زندگی میں کبھی نہ کبھی وہ اس کمی کی تلافی ضرور کریں گی۔

اور پھر اس خواہش کی تکمیل میں انہوں نے اپنی بڑی اور لاڈلی بیٹی کی شادی زاہد سے کر کے اسے گھر داماد بنالیا۔

جمیل صاحب کو اس فیصلے پر کافی اعتراض ہوا مگر عارفہ کی التجائیں رنگ لے آئیں۔ وہ پہلے بھی زاہد کو پاس رکھنے کی خواہش رد کر چکے تھے۔ اس وقت حالات اور تھے۔ جمیل صاحب کی والدہ بھی وفات پا چکی تھیں اور گھر کے حالات اب کافی بہتر ہو گئے تھے بلکہ خوش حالی آ گئی تھی سو اب اعتراض کی کوئی خاص وجہ نہ تھی۔ ویسے بھی عالیہ کی شادی تو کرنی ہی تھی تو پھر زاہد سے کیوں نہیں۔ سو جمیل صاحب مان گئے۔

زندگی کے ہر معاملے میں عارفہ نے جمیل صاحب کی مانی بس پہلی بار ہی ایک خواہش اپنی پوری کی تھی۔

☆☆☆

شروع شروع میں تو داماد جی کی عاجزی وانکساری کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص ان کی تعریفوں کے پل باندھتا نظر آتا تھا۔ گفتار میں شائستگی، اخلاق میں متانت اور رویوں میں تہذیب نے زاہد کو چند روز ہی میں سسرال میں پسندیدگی کا اعلیٰ سند عطا کر دی۔

عارفہ تو نہال ہوئی جا رہی تھیں کہ اندازہ ہی نہیں تھا کہ ماں باپ کے بغیر جو بچہ پلا بڑھا ہو وہ اتنی باکمال صفات کا مالک ہو سکتا ہے۔ بات اتنی سلجھی ہوئی کرتا، ذات میں ایسا تحمل کہ جیسے اس شخص کی سرشت میں غصہ رکھا ہی نہ گیا ہو۔ لہجہ ایسا مودبانہ کہ عارفہ کو اپنا خون ہونے پر فخر ہونے لگتا۔ انہیں لگتا کہ اپنی بیٹی کے لیے جو فیصلہ کیا ہے وہ بالکل درست تھا۔ بلکہ اب تو جمیل صاحب بھی زاہد کی صلاحیتوں کے معترف نظر آتے تھے۔ عافہ کے مطابق تو ان کے ہاتھ ''ہیرا'' لگ گیا تھا اور وہ بھی خوب تراشا ہوا جسے مزید تراش خراش کی ضرورت نہ تھی۔

کچھ ہی عرصے میں زاہد اپنی اعلیٰ صفات کی بنا پر خالہ کے گھر کا فرد بن گیا تھا۔ سالیاں ان کے گن گاتی نظر آتیں، سالا ہر بات ان سے ڈسکس کرتا اور عارفہ تو ہر بات میں داماد جی سے مشورہ لیتیں۔ ان کی عقل ودانش کو شمع بنا کر اندھیری راہوں میں لے کر چلنے کی عادی ہو گئی تھیں۔

رہ گئے جمیل صاحب تو ذرا الگ فطرت کے مالک تھے۔ وہ بغیر پرکھے اور آزمائش کے کسی کے دیوانے ہونے کے قائل نہ تھے اور نہ ہی جلد کسی پر بھروسہ کرتے تھے کہ اس سے ہر بات شیئر کرنے لگ جائیں۔ ان کے مطابق کچھ رشتے بہت احتیاط کے متقاضی ہوتے ہیں کہ اتنا اعتماد بھی نہ کیا جائے کہ ہر راز ان کے حوالے کر دیا جائے۔ اور نہ ہی ان کو اتنا منہ لگانا چاہیے کہ وہ سر پر چڑھ کر ناچنا شروع ہو جائیں۔ وہ رشتوں میں ایک حد رکھنے کے قائل تھے اور یہی بات عارفہ کو بھی سمجھاتے۔

''عارفہ..... بے شک زاہد آپ کا بھانجا اور اب اس گھر کا داماد ہے مگر پھر بھی کوشش کریں کہ درمیان میں ایک فاصلہ رکھا جائے تاکہ کل کو آپ کو ہی فائدہ ہو۔ وہ آپ کے رعب میں بھی رہے اور اپنی حد میں

www.pdf.pklibrary.com

بھی!''

مگر عارفہ پر تو اپنے بھانجے کی محبت کا بھوت سوار تھا انہیں جمیل صاحب کی باتیں کہاں سمجھ میں آتی تھیں۔

''جمیل صاحب..... ویسے مجھے بہت افسوس ہے آپ نے ہمیشہ زاہد کو غیر سمجھا ہے۔ اب جب کہ وہ آپ کا داماد بن گیا آپ ابھی بھی اسے اپنا سمجھنے کو تیار نہیں.....!'' عارفہ گہرے دکھ سے بولیں۔

''عارفہ..... تم میری بات سمجھ نہیں رہیں۔ ہر تعلق اعتدال مانگتا ہے..... اور اعتدال ہی بہتر طریقہ اور راستہ ہے۔ اسی سے ہر چیز ہر بات میں توازن وحسن رہتا ہے۔ اور تعلق ورشتہ دیرپا اور مضبوط ہوتا ہے جبکہ بے دریغ کسی بھی جذبے کو لٹانا انسان کو سوائے دکھ اور پریشانی کے کچھ نہیں دے سکتا!''

جمیل صاحب نہایت سنجیدگی سے بولے مگر عارفہ کے پلے کچھ نہیں پڑا تھا اور جب انسان کو کوئی نہ سمجھا سکے تو پھر اسے وقت بہت اچھے طریقے سے سمجھا دیتا ہے۔

چھوٹی بڑی بات میں زاہد سے یوں مشورہ لیا جاتا۔ جیسے وہ بہت دانا اور عاقل ہو۔

''زاہد بیٹا! ہما کو انٹر میں سائنس رکھنی چاہیے یا پھر آرٹس کے مضامین؟''

سیدھی سادی عارفہ داماد سے یوں مشورہ مانگتیں کہ جیسے یونیورسٹی کا وائس چانسلر رہ چکا ہو۔ جس نے ایک ہی وقت میں کتنے مضامین میں اسپیشلائزیشن کر رکھی ہو۔ یا پھر وہ ''تعلیمی گرو'' ہے جس کے پاس اتنا علم ہے کہ نئے آئے طالب علموں کو مشورہ دے کر ان کی درست رہنمائی کرتا ہو۔

عام سے مضامین میں گریجویشن کیے ہوئے داماد صاحب کے چہرے کا فخر اس لمحے دیکھنے کے لائق ہوتا تھا۔

''خالہ جی..... میرے تجربے کے مطابق ہما کوئی زیادہ ذہین وفطین طالبہ نہیں ہے اس لیے بہتر ہے کہ مشکل مضامین کا انتخاب نہ ہی کرے۔ مشکل سے ہی ''نکمی'' سی لگتی ہے۔ آرٹس کے مضامین میں تعلیم مکمل کرے اور اللہ اللہ خیر صلا۔''

صرف اہم معاملات ہی نہیں بلکہ غیر اہم معاملات میں بھی داماد جی کی عقل سے کام لیا جاتا۔

''بیٹا جی..... گھر کا رنگ اور روغن کروانا ہے کون سا رنگ بہتر رہے گا؟''

''ڈرائنگ روم کے لیے صوفہ سیٹ تبدیل کرنا ہے کون سا فیشن کے مطابق رہے گا؟''

''دھوپ سے بچاؤ کے لیے ترپال استعمال کی جائے یا پھر ہری جالی؟''

عارفہ کے ہاتھ تو جیسے کوئی حکیم لگ گیا تھا جس کے پاس ہر مسئلے کا مفت مشورہ اور ہر تکلیف کے لیے ''پڑیا'' موجود ہو۔ یا پھر داماد جی عقل کل رکھتے ہیں جن سے استفادہ کرنا گھر کے ہر فرد پر فرض ہو۔

☆☆☆

اہمیت اور توجہ کی بے اعتدالی نے یہ کمال دکھایا کہ داماد جی نے آہستہ آہستہ پر پرزے نکالنا شروع کر دیے۔ ان کا دماغ جو پہلے اپنے سر میں تھا وہ اب آسمانوں میں اڑنے لگا۔ گردن کی اکڑ بتانے لگی تھی کہ وہ کوئی عام شخصیت نہیں ہیں جو بھی ان سے بات کرے ذرا سنبھل کر کیونکہ بے تکلفی اور بے ادبی بالکل برداشت نہیں کی جائے گی۔

ان کے چہرے کا تناؤ، چال کی اکڑاہٹ بتانے لگی تھی کہ حد ادب ذرا سی بے ادبی گستاخی کے زمرے میں آسکتی ہے۔ گھر کے باقی افراد کو زاہد کے مزاج کا یہ بدلاؤ بالکل پسند نہ آیا تھا یہاں تک کہ اس کی بیوی عالیہ کو بھی۔ مگر عارفہ اس پر بھی راضی تھیں۔

''ہاں تو ٹھیک کرتا ہے زاہد، انسان اپنا ادب خود کرواتا ہے چھوٹوں سے!''

عارفہ کو تو زاہد کا ہر عمل ٹھیک لگتا تھا۔ انہیں بھانجے کی کسی تبدیلی پر اعتراض تھا اور نہ ہی اختلاف۔

زاہد نے سب سے الگ تھلگ ہو کر بیٹھنا شروع کیا تو عارفہ کو کوئی اعتراض نہ ہوا۔ دوسری منزل

www.pdf.pklibrary.com

پر الگ پورشن کا مطالبہ کیا تو عارفہ نے فوراً لبیک کہہ دیا۔ ہر پل جمیل صاحب کے کانوں میں دن رات سوراخ کر کے الگ سے ایک پورشن بنوا کر وہ بھی اچھا خاصا ڈیکوریٹڈ داماد کی خدمت میں تحفتاً پیش کر دیا۔

"حد ہوتی ہے عارفہ اگر اتنے ناز نخرے ایک بہو اٹھوائے تو آپ برداشت کر لیتیں؟"

جمیل صاحب کو عارفہ کی حد سے بڑھی دیوانگی چڑانے لگی تھی۔ ویسے بھی الگ پورشن بنانے پر ان کا اچھا خاصا خرچا ہو گیا تھا۔ سو دل کی بھڑاس تو نکالنا بنتی تھی۔ جمیل صاحب کی تو ساری کمائی لگ گئی تھی۔

"ویسے مجھے بہت افسوس ہوتا ہے آپ کی سوچ پر گھر داماد کو تو لوگ سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ کہ وہ خوش تو بیٹی خوش۔ مگر آپ تو ہر وقت کوئی نہ کوئی بات پکڑ کر بیٹھے رہتے ہیں!" عارفہ اکثر جمیل صاحب کی باتوں پر دھیان نہ دیتیں اور جب کبھی دھیان چلا ہی جاتا تو بھانجے کی حمایت میں زمین آسمان ایک کر دیتیں۔ اس کے حق میں ایسے دلائل دیے جاتے کہ جمیل صاحب کو ہی یہ احساس دلایا جاتا کہ آپ داماد کے بارے میں اپنی سوچ درست کریں۔ آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اس سے ہماری بیٹی سکھی رہے گی۔"

روز روز کے بحث و مباحثے سے تنگ آ کر جمیل صاحب نے مصلحت کا چغہ پہن لیا مگر دل اندیشوں میں رہتا کہ خالہ کی یہ بے اعتدالیاں بھانجے کے معاملے میں اسے حد سے زیادہ ہی نہ سر پر چڑھا لیں کہ پھر ایک چھت کے نیچے اکٹھے رہنا ہی محال ہو جائے۔

☆☆☆

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زاہد کو اپنے مقام و مرتبے کا اندازہ ہونے لگا تو مزاج میں انتہائی شاہانہ پن عود کر آیا۔ عارفہ ہر بات میں اس سے مشورہ لیتیں اور پھر اس کے مطابق ہی چلتیں۔ زاہد کو اپنی حیثیت جمیل صاحب سے بھی اوپر کی لگنے لگی تھی۔ ہر بات میں دخل اندازی تو جیسے اس کی عادت بن گئی تھی اور اگر گھر کا کوئی فرد کوئی بھی بات یا معاملہ چھپانے کی کوشش کرتا تو شامت عالیہ کی آ جاتی۔

جیسے فائزہ کو لوگ دیکھنے آئے تو داماد صاحب کو سخت ناگواری ہوئی کہ اس کی عدم موجودگی میں بات بھی پکی کیوں ہوئی تھی۔ ہر بات ہر معاملہ اس کے علم میں لائے بغیر بات آگے بڑھانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

"کل کو کوئی ہاتھ ہو گیا تو پھر روتے رہنا سر پکڑ کر۔"

عالیہ کا دل دہل کر رہ گیا تھا۔ بہن کی بات پکی ہونے کی خوشی میں منہ میٹھا کرانے کی خواہش غارت ہو کر رہ گئی تھی۔ یہاں تو اور ہی قصہ چل رہا تھا۔ داماد جی تو اس بات پر نالاں تھے کہ ان سے مشورہ کیے بغیر فائزہ کا رشتہ منظور ہی کیوں کیا؟"

"زاہد! ابو اور بھائی نے لڑکے کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنے کے بعد تسلی کی تھی پھر آگے بات چلی تھی!" مجرمانہ انداز میں صفائیاں دیتی عالیہ خود کو کٹہرے میں کھڑا محسوس کر رہی تھی۔

"او خالو جی کی بات تو چھوڑو، بزرگ بندے ہیں انہیں اب بندہ اس عمر میں کیا کہے۔ مگر میرے سامنے تم اپنے لائق فائق بھائی کی عقلوں کے قصیدے نہ ہی پڑھا کرو تو بہتر ہے۔ محلے کے آوارہ لونڈوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والا کیا خاک بہن کے لیے اچھا رشتہ ڈھونڈے گا۔ آئی بڑی مجھے سمجھانے والی۔"

زاہد کی تان بس یہاں آ کر ہی ٹوٹتی تھی کہ عالیہ میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں بس ہر بات کی سمجھ بوجھ مجھے ہی ہے۔

زاہد کو شروع دن سے ہی علی (عالیہ کا بھائی) سے خدا واسطے کا بیر ہو گیا تھا۔

سالیوں سے تو پھر ہنس کر دو چار باتیں کر لیتا تھا مگر علی کے ساتھ رویہ ہمیشہ تناؤ والا رہتا۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ زاہد نے علی کے ساتھ نند بھاوج والا تعلق بنا لیا تھا جن کی ایک دوسرے سے

www.pdf.pklibrary.com

مشکل ہی بنتی ہے۔ ہر معاملے میں اختلاف ہوتا ہے۔

علی بھی بہنوئی کا رویہ دیکھ کر اس سے خائف رہنے لگا تھا گو کہ محاذ آرائی کا آغاز زاہد کی طرف سے ہوا تھا علی کو تو خبر بھی نہ تھی کہ بہنوئی کا دل اس کی طرف سے توپ خانہ بن گیا تھا جن میں توپ کا رخ ہر وقت علی کی طرف رہنے لگا تھا۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں زاہد، علی بہت سمجھ دار اور زمانہ شناس ہے، اسے اچھے برے کی پہچان ہے!"

مٹھائی کی پلیٹ دوبارہ سے ٹیبل پر رکھتے ہوئے عالیہ کے چہرے پر ناگواری ابھر آئی تھی اسے زاہد کی ایسی باتوں سے سخت ذہنی اذیت ہوتی تھی۔ اپنی ذات زاہد کے نزدیک اتنی اہم تھی کہ کسی بھی موقعے پر اسے فراموش نہیں کرتا تھا۔ اور اپنے آپ کو نظر انداز کیے جانے پر وہ غصے سے پاگل ہو جایا کرتا تھا۔ اس بار بھی اسے یہی لگ رہا تھا کہ گھر کے اتنے اہم معاملے پر داماد صاحب کو نہ بلا کر گھر والوں نے جیسے گناہ کبیرہ کر دیا ہو۔ جس پر نہ اب معافی ملنی تھی اور نہ ہی بات آسانی سے چھوڑی جانی تھی۔

"زاہد۔ وہ آپ کی ٹانگ فریکچر......!" لہجے کی ناگواری نا جانے کیسے چھپاتے ہوئے وہ بات بھی مکمل نہ کر پائی تھی۔

ٹانگ کتنی فریکچر تھی اور کس قدر تھی اس کا اندازہ اسے ہو چکا تھا۔ اسے بالکل امید نہ تھی زاہد ان سب کے خلوص کا یوں ناجائز فائدہ اٹھائے گا۔ معمولی سی چوٹ پر یوں واویلا کیا گیا تھا اور سارے گھر والوں سے خوب خدمتیں کروائی گئی تھیں۔

"بس اس وجہ سے آپ کو شریک نہیں کیا تھا کہ سیڑھیاں چڑھنا اترنا آپ کے لیے مشکل ہوگا!"

عالیہ دلی طور پر زاہد کے ٹانگ پر کھول رہی تھی۔

گھر والے تو پہلے ہی دل و جان سے اس کی قدر کر رہے تھے پھر ان ڈراموں کی کیا ضرورت تھی۔ ذرا سی بات پر ہائے اوئی کر کے دو ہفتوں سے سارے گھر کو تگنی کا ناچ نچایا ہوا تھا اور تو اور علی کی تو روزانہ کی ڈیوٹی تھی کہ بہنوئی کو گاڑی میں بٹھا کر اسپتال لے کر جایا کرے۔

"ہاں تو ٹانگ میں میرے تکلیف تھی۔ میں نیچے نہیں اتر سکتا تو تم گھر والے ہی عقل کر لیتے کہ یہاں سارا انتظام میرے کمرے میں میرے سامنے کر لیتے۔ مگر تم لوگوں کو تو کوئی پرواہ ہی نہیں میری...... اکیلا کمرے میں پڑا سڑتا رہتا ہوں کسی کو خیال تک نہیں کہ کوئی جھانک لے۔ اوپر سے نیچے میلے ٹھیلے لگائے جا رہے ہیں۔"

زاہد کا تو جیسے غصہ اترنے کا نام نہیں لے رہا تھا کسی لڑاکا عورت کی طرح بات کو نظر انداز کرنے پر تیار نہ تھا۔

"کل کو اس رشتے میں کوئی اونچ نیچ ہوئی تو پھر روتے رہنا سر پکڑ کر!" زاہد نے بے رحمی سے کہا کہ عالیہ کا دل ہول کر رہ گیا۔

"اللہ نہ کرے زاہد، کیسی بدشگونی کی باتیں کر رہے ہیں!" زاہد کا جارحانہ رویہ اب عالیہ کو زچ کرنے لگا تھا۔ اس نے بحث کو موقوف کرنے میں ہی عافیت جانی۔ ڈیڑھ سال میں وہ زاہد کی عادت سے بخوبی واقف ہو چکی تھی کہ اپنی ذات کا عاشق زاہد کبھی بھی اس معاملے کو آسانی سے نظر انداز نہیں کرے گا جس میں اسے لگے کہ اسے نظر انداز کیا گیا ہے۔ اور یہ بات یہیں ختم نہیں ہوئی تھی بلکہ سوپ سیریل کی طرح ہر قسط کا مظاہرہ گھر کے ہر فرد کے سامنے کیا جائے گا۔

"ویسے خالہ جی...... آپ سے مجھے یہ امید نہ تھی...... میری ٹانگ کے ٹھیک ہونے کا انتظار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بھلا بہنوئی کی شرکت کے بغیر لڑکے والے کیا سوچیں گے۔"

زاہد چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو کتنی عورتوں کی طرح فضول بولتے ہوئے گھر والوں کو آڑے ہاتھوں لیا۔ عارفہ بیگم نے جب لاڈلے بھانجے کی یہ حالت دیکھی تو یہ حل نکالا کہ آگے شادی کے ہر معاملے میں زاہد سے مشورہ لیے بغیر کوئی کام نہیں کرنا۔ خوامخواہ کی

www.pdf.pklibrary.com

بدمزگی کیوں مول لی جائے۔

☆☆☆

شادی کے ہنگامے زوروں پر تھے۔

عارفہ ہر ضروری غیر ضروری بات بھی زاہد کے گوش گزار کر رہی تھیں تاکہ مزید بدمزگی سے بچا جائے۔ زاہد بھی بے حد خوش تھا۔ اپنی فہم و فراست پر وہ نازاں خوب سخاوت سے مشورے تقسیم کر رہا تھا۔

''خالہ جی... لڑکے کے اتنے جوڑے بنانے کی کیا ضرورت تھی اور یہ سونے کی انگوٹھی'' جلن و حسد کے جذبے سے مغلوب ہو کر زاہد چپ نہ رہ سکا تھا۔

ایسا نہیں تھا کہ زاہد اور عالیہ کی شادی میں جمیل صاحب نے کوئی کمی رکھی تھی یا زاہد کے ساتھ کوئی ناانصافی کی تھی۔

گھر کی پہلی شادی تھی۔ انہوں نے خوب ارمان نکالے تھے۔ کہیں یہ سوچ آڑے نہ آنے دی تھی کہ داماد عارفہ کے رشتے داروں میں سے ہے۔ ان کے دل میں تو بس ایک ہی بات تھی کہ جو کچھ کر رہے ہیں اپنی لاڈلی فرماں بردار بیٹی کے لیے کر رہے ہیں۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ اس وقت بہت زیادہ اچھے نہ تھے مگر اب بات اور تھی گھر میں خاصی خوشحالی آگئی تھی مگر زاہد اپنی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اس لیے اسے اب زیادہ ہی اہتمام لگ رہا تھا۔ اسی وجہ سے دل کا حسد چھپائے نہیں چھپ رہا تھا۔

''بس وہ تمہارے خالو نے جو کیا۔ جیسا کیا ویسی ہی تیاری کرنی پڑی۔'' زاہد نے اعتراض کر کے خالہ کو ہی مجرم بنا ڈالا تھا۔

''اتنا سر نہ چڑھائیں نئے داماد کو بعد میں منہ پھاڑ پھاڑ کر فرمائش کرنے لگے..... اور یہ سونے کی انگوٹھی!'' زاہد کی آنکھوں میں تو جیسے انگوٹھی ہی پھنس گئی تھی۔

''مردوں کو تو ویسے بھی سونا حرام ہے۔ یہ خالو جی نے کس چکر میں سونے کی انگوٹھی تیار کروائی ہے۔''

سرخ مخملی ڈبیہ سے مردانہ سونے کی انگوٹھی تقریباً کھینچتے ہوئے زاہد کا چہرہ جلن کے مارے سرخ ہوا جا رہا تھا۔ اس جلن کے پیچھے یہ راز تھا کہ اسے شادی میں سونے کی انگوٹھی نہیں پہنائی گئی تھی۔ بس یہی حسد کا ناگ بار بار اسے ڈس رہا تھا۔

''ارے نہیں بیٹا..... یہ تو تمہارے خالو نے نہیں بنوائی۔ یہ تو میری خواہش تھی!'' عارفہ نے کھسیانے انداز میں وضاحت دی۔

جبکہ حقیقت تو یہ تھی کہ لڑکے والوں نے فائزہ کو منگنی میں ہیرے کی انگوٹھی پہنائی تھی تو عارفہ نے بھی لڑکے کے لیے سونے کی انگوٹھی بنوالی تھی۔ اور جمیل صاحب نے تو منع بھی کیا تھا کہ مردوں کے لیے سونا جائز نہیں۔ زاہد کی تنقید بیکار نہیں گئی تھی انگوٹھی کو بیچ کر ہی دم لیا تو زاہد کے جلتے دل کو ٹھنڈک ملی تھی۔

باقی چیزوں اور معاملات میں بھی زاہد کوئی نہ کوئی اعتراض بنا کر کمی کروا تا رہا تھا۔ گویا پوری شادی میں زاہد کی شمولیت اور دلچسپی عالیہ سے زیادہ رہی۔

''ویسے تم لوگوں نے فائزہ کو زیور کچھ زیادہ ہی نہیں چڑھا دیا۔ اور جوڑے تمہاری دفعہ تو 21 تھے اور اب فائزہ کو 31 دیے جا رہے ہیں۔''

خاص عورتوں کے انداز میں زاہد نے کہتے ہوئے دونوں بہنوں میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ خالہ کے کانوں میں سوراخ کر کے پیٹ نہ بھرا تو اب بیوی کا کان کھینچ کر اپنے منہ کے قریب کر لیا کہ اس کی بات غور سے سنی جائے۔

عالیہ کو شادی کی تیاری کے معاملات میں زاہد کی حد سے بڑھی ہوئی دلچسپی اور مداخلت پہلے ہی کوفت میں مبتلا کیے ہوئے تھی۔ اب بے کار اور فضول سے اعتراضات مزید الجھن میں مبتلا کر رہے تھے۔

''کیا ہو گیا ہے زاہد! ہر ایک کو اپنے نصیب کا ملتا ہے پھر ہم تو یہیں رہتے ہیں۔ فائزہ نے تو رخصت ہو کر چلے جانا ہے۔ اگر ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو اس سے زیادہ تو ہم لے رہے ہیں تقریباً روز ہی۔''

عالیہ جو شادی کے ہنگاموں میں الجھی ہوئی تھی زاہد کی بے سروپا باتیں سن کر قدرے تیکھا سا جواب

www.pdfpklibrary.com

دے ڈالا جو داماد جی کو سیدھا تیر کی طرح لگا تھا۔

"دل پر لکھ لیا ہے میں نے یہ تمہارا طعنہ۔ کچھ عرصے سے محسوس کرنے لگا ہوں کہ تم باتوں ہی باتوں میں مجھے گھر داماد ہونے کا طعنہ دے دیتی ہو!" زاہد کا چہرہ غصے سے سرخ ٹماٹر بن گیا تھا۔

شادی کی تیاریوں میں اب اکثر ہی عالیہ اور زاہد کی نوک جھوک رہنے لگی تھی اور وجہ صاف ظاہر تھی کہ زاہد کا گھریلو معاملات میں خالصتاً عورتوں کی طرح دلچسپی لینا۔ بلاوجہ کی تنقید کرنا۔ ہر بات میں کوئی نہ کوئی پریشان کن پہلو نکال لینا۔ اور ہر پل ہر لمحے میں اپنی ذات زاہد کے نزدیک اہم ہوتی۔ جو کسی نہ کسی کے کھاتے میں کوئی نہ کوئی زیادتی یا ظلم درج کر رہا ہوتا تھا۔

کبھی عارفہ کی غلطی نکال کر بیٹھا ہوتا تو کبھی جمیل صاحب کے کام میں مین میخ نکال رہا ہوتا۔ کبھی ہما جو گھر میں سب سے چھوٹی تھی اس پر کوئی نہ کوئی تنقید ہی ہو رہی ہوتی۔ بہن کی شادی کی خوشیاں مناتی ہما بھی زاہد کی آنکھوں میں چبھ رہی تھی۔ کبھی کپڑوں پر تنقید تو کبھی اس کی سہیلیوں پر کھلا کھلم اعتراض......

"یہ تم نے کیا ایک درجن چٹوری قسم کی سہیلیاں شادی میں بلوالی ہیں۔ نہ کام کی نہ کاج ساری دشمن اناج کی۔ نہ کچھ دینا دلانا، بس زردے، بریانی کی پلیٹیں ٹھونس کر ہلا گلا کیا۔ ایک دو گھنٹے پاگلوں کی طرح ڈھولکی پیٹی اور لو جی ہو گئے شادی کے کام!"

داماد جی نے بڑی بوڑھیوں کی طرح ہما کی سہیلیوں کو بھی نہ بخشا تھا۔ انہیں بھی توپ کے آگے باندھتے ہوئے کہا۔

کچھ لڑکیاں تو دوسرے شہر سے آئی تھیں۔ لڑکی ذات تھیں ہوٹلوں میں گزارہ کرتیں یہ جمیل صاحب کو گوارا نہ تھا۔ سو کھلے دل سے گھر رہنے کی دعوت دے دی تو زاہد کو تو جیسے پتنگے لگ گئے۔

"لو بھئی یہ کیا بات ہوئی، اپنے ہوٹلوں کے خرچے بچا لیے اور یہاں مفت خوروں کی طرح کمروں پر قبضہ کر لیا ہے۔" ہما کی چار سہیلیوں کو زاہد اور عالیہ کے برابر والا کمرہ ملا تھا۔ ذرا سا بھی شور شرابہ ہوتا تو زاہد کا دماغ جیسے کھولتی ہوئی کیتلی بن جاتا۔ ایسی صورت میں عالیہ کوئی حمایت کرتی تو اسے بھی دو چار سنا دی جاتی۔

چند روز تک تو گھر بھر کی لاڈلی ہما نے زاہد کا یہ بے کار لیکچر برداشت کیا مگر جب بات حد سے بڑھی تو بھڑاس نکالنا ضروری سمجھی۔

"بجو......! یہ زاہد بھائی کو کہیں میری سہیلیوں پر تنقید کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب ابو اور بھائی کو کوئی اعتراض نہیں تو یہ کیوں ہماری ساس کا کردار ادا کر رہے ہیں۔"

ہما نے ابھی ایک محاذ پر سہیلیوں کا دفاع کیا تھا کہ زاہد نے اعتراض کا دوسرا نکتہ اٹھا دیا۔

"بات سنو، یہ تمہاری سہیلیاں کس قسم کے لباس پہن کر آتی ہیں!" کمر پر ہاتھ رکھے وہ رعب دار انداز میں مخاطب تھا۔

پہلے محاذ پر تو وہ مات کھا گیا تھا۔ اب یقین کامل تھا کہ اب کی بار اس کی حمایت ہی ہو گی۔

"ایسے تیار ہو کر آتی ہیں جیسے بالی وڈ کی ہیروئین ہوں۔ بی بی ان کو سمجھاؤ......ہم شریف لوگ ہیں یہ تماشے برداشت نہیں کریں گے......!" شادی کے پورے فنکشن میں زاہد کی نظروں کا کیمرہ تو ہما کی سہیلیوں پر تھا اس کی آنکھوں میں اتنی نخوت ہوتی کہ اکثر تو وہ زاہد کو دیکھ چھپ جایا کرتی تھیں۔

"توبہ ہے بجو......زاہد بھائی کو تو کوئی اور کام ہی نہیں۔ ہر وقت میرا اور میری سہیلیوں کا ایکسرے کرتے رہتے ہیں۔ بندہ پوچھے کہ آپ کس حساب میں میری سہیلیوں کو تاڑ رہے ہیں کہ ان کے لباس تک پر غور ہو رہا ہے!" ہما جلی بھنی بولی تو پریشانی کے باوجود عالیہ کی ہنسی نکل گئی تھی۔ زاہد کی باتوں پر تو وہ کھول کر ہی رہ جاتی تھی اس کے آگے عالیہ کی کون سی چلتی تھی۔

رہ گیا علی تو اسے دیکھ کر زاہد خوامخواہ بھڑک جاتا تھا۔ علی ...... تو ایسے لگتی تھی کہ جیسے بلی کی چوہے کے

www.pdf.pklibrary.com

ساتھ...... کتے کی بلی کے ساتھ...... سانپ کی نیولے کے ساتھ...... یا پھر انسان کی سانپ کے ساتھ...... جہاں علی نظر آتا زاہد اپنی دامادی کا رعب جھاڑنے لگتا۔

"اوئے یہ تم نے اتنا مہنگا سوٹ کیوں بنایا ہے۔ اتنی قیمت میں تو دو بن سکتے تھے۔ خوامخواہ میں ہی اتنے پیسے اجاڑ ڈالے حد ہے بھئی بے حسی کی۔"

زاہد کاٹ دار لہجے میں بولا تو علی اس کی بات پر حیران نظروں سے تکتا رہ گیا کہ ناجانے بہنوئی صاحب کو پیسوں کے اجڑنے کا غم کھائے جا رہا تھا یا یہ جلن تھی کہ ایسا بیش قیمت سوٹ اس کے تن پر کیوں نہیں؟ پوری شادی کے فنکشن میں زاہد کسی سے بھی خوش نہ تھا آخر کیوں؟

عالیہ جب ان باتوں پر غور کرتی تو سخت ذہنی کوفت ہونے لگتی۔ کبھی دبے لفظوں میں ماں کے سامنے اظہار کرتی تو کبھی زاہد سے بحث و مباحثہ ہو جاتا۔ اسی میں کوئی گرم سرد جملہ نکل جاتا جو زاہد کے مزاج شاہی کو ناگوار گزرتا۔

"زاہد آپ دیگر انتظامات میں ابو کا ساتھ دیں کرنے والے کام کریں۔ یہ کیا عورتوں کی طرح کبھی کسی پر تنقید تو کبھی اس پر اعتراض!" عالیہ جیسے بھری پڑی تھی۔

"تو کیا تمہارا مطلب ہے میں اس سارے فنکشن میں ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھا ہوں۔ کوئی کام نہیں کرتا کیا؟" زاہد کو تو یہ طعنہ جیسے تازیانہ لگا تو ایسا تڑپا کہ الامان الحفیظ۔

"ہال بک کروایا۔ کیٹرنگ والوں سے سارے معاملات طے کیے۔ مہمانوں کی لسٹ تیار کی۔ اور تو اور دولہا میاں کی شاہی پوشاک کے لیے تمہارے ابا میاں نے کوئی ہزار چکر ٹیلر کی شاپ پر لگوا دیئے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ پچھلے دنوں میں کتنا بیمار رہا ہوں زیادہ چلوں تو گھٹنا بوجھ سے دکھنے لگتا ہے۔"

زاہد کو پھر سے اپنی فریکچر ٹانگ کا دردناک واقعہ یاد آ گیا۔ جس پر ہمیشہ کی طرح تکلیف دہ چہرہ بنانے کی اداکاری کرنا نہ بھولا تھا۔ یہ بات بار بار کر کے زاہد نے عالیہ کو ایک بار پھر سے سلگا دیا تھا۔ بغیر کسی تکلیف کے، فریکچر بھی سارا ڈرامہ تھا محض توجہ حاصل کرنے کا۔ جس میں زاہد نے گھر داماد ہونے کا ٹیکس وصول کیا تھا۔ پورا مہینہ گھر والوں کو اپنی خدمت میں لگائے رکھا تھا۔ وہ تو شکر تھا کہ ڈرامے کا بھانڈا بیوی کے سامنے ہی پھوٹا...... باقی گھر والوں کو خبر نہ ہوئی ورنہ سب کو کتنی دلی تکلیف ہوتی اور عالیہ کی ذلت الگ......

عالیہ کا دل چاہا کہ لگے ہاتھوں اس ڈرامے کی اصل کہانی زاہد کے سامنے کہہ ڈالے مگر صبر کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔

"ہاں تو زاہد اگر یہ سب کام آپ کر رہے ہیں تو گھر کے بڑے داماد آپ ہی ہیں۔ پھر یہاں آپ رہتے ہیں تو یہ سب ذمہ داریاں آپ کو ہی ادا کرنی پڑیں گی۔ اب علی اور ابو بھی اکیلے کیا کیا کام دیکھیں!"

کپڑوں کو استری کرتی عالیہ کا دماغ زاہد کی بے تکی باتوں پر ایسے گرم ہوا جا رہا تھا کہ جیسے گرم استری...... سب ہی اپنی جگہ بہت مصروف تھے۔ کوئی نہ کوئی ذمہ داری کسی نہ کسی کو سونپی گئی تھی۔ مگر زاہد واحد شخص تھا اس پورے فنکشن میں جس کی روح پتا نہیں کیوں اتنی بے چین و مضطرب تھی ناجانے کیسا اعزاز وہ اپنے نام کروانا چاہ رہا تھا۔ کس توصیف کی اسے طلب تھی جو نہیں مل رہی تھی۔ اس کی ذات میں پھیلی بے چینی ماحول کو بھی بے چین بنا رہی تھی۔

"اور تو کوئی آپ کام کاج کرتے نہیں۔ زیادہ وقت گھر پر ہی ہوتے ہیں۔ ابو آفس سے آ کر اور علی کالج سے آ کر سارے کام دیکھتے ہیں مگر میں نے انہیں ایسا واویلا کرتے نہیں دیکھا۔"

عالیہ نے کام ختم کر کے سوئچ آف کرتے ہوئے بات مکمل کی۔ کپڑوں کو ہینگ کرتے ہوئے وہ زاہد کی طرف پشت کیے کھڑی تھی۔ کب زاہد غصے میں طوفان بنا اس کے سر پر آ کھڑا ہوا اسے خبر نہ ہوئی۔

"یعنی تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ میں بیکار

www.pdf.pklibrary.com

اور فارغ رہتا ہوں۔" زاہد کی آنکھیں سرخ انگارہ ہوئی جارہی تھیں۔

"یعنی میں یہاں تمہارے گھر میں عیش کرتا ہوں اور دعوت کی روٹیاں توڑتا ہوں....."

زاہد کے الفاظ زہر میں بجھے ہوئے تھے۔ اس کی جنونی حالت دیکھ کر عالیہ ایک دم گھبرا سی گئی تھی..... اسے احساس ہوا کہ وہ شاید کچھ زیادہ بول گئی تھی۔ اسے عارفہ کی نصیحت یاد آنے لگی تھی کہ عورت کو کوشش کرنی چاہیے کہ مرد کے زیادہ منہ نہ لگے۔ خوامخواہ بات بڑھتی ہے اور نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔ بس فساد ہی پھیلتا ہے۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ.....!" وہ کہتے کہتے خوفزدہ ہی ہوکر چند قدم پیچھے ہٹی تو استری اسٹینڈ سے جاٹکرائی گرم گرم استری اس کے پیر پر آگری۔ تکلیف کے مارے وہ چیخ پڑی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پاؤں بھی جھلس کر رہ گیا۔

"اور کرو شوہر کی تذلیل۔ دیکھا خدا نے کیسے تمہیں موقع پر سزا دی ہے۔ تم جیسی بدزبان عورتوں کو ایسے ہی خدا کی مار پڑتی ہے!"

زاہد تو ایسے بولا تھا جیسے اس کی جگہ قدرت نے عالیہ سے بدلہ لے ڈالا تھا۔

☆☆☆

استری کی چوٹ سے عالیہ کا پاؤں سوج بھی گیا تھا اور جل بھی گیا مگر وہ صبر کرکے رہ گئی۔ اس نے نہ کسی سے اس تکلیف کا ذکر کیا تھا اور نہ ہی زاہد کے عجیب و غریب رویے کی شکایت کی تھی۔ جو اس دن سے شروع تھا جس دن سے فائزہ کا رشتہ پکا ہوا تھا۔ وہ شادی کے موقع پر کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھی۔ ویسے بھی عارفہ کو سارے قصے کا علم ہوتا تو انہوں نے ہمیشہ کی طرح اپنے لاڈلے بھانجے کی حمایت کرنی تھی۔ کبھی کبھار تو عارفہ کی حمایت کے سامنے اپنا آپ "بہو" سا لگنے لگتا تھا اور زاہد ان کا سگا بیٹا۔ ہر معاملے میں عالیہ کو قصوروار ٹھہراتی تھیں۔

"زاہد کا خیال رکھا کر عالیہ.....! بے چارے یتیم بچے کا بچپن ماں باپ کے بغیر گزرا ہے۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے ترسا ہوگا۔ کتنا دکھ میں وقت گزارا ہے اگر کبھی تھوڑا تیز بول دیتا ہے تو تم ہی صبر کرلیا کرو۔ جاہل عورتوں کی طرح واویلا مچانے کی کیا ضرورت ہے۔!"

اتنے جوان جہان عاقل بالغ مرد کو ابھی بھی "یتیم" کہہ کر عارفہ خالہ آبدیدہ ہوجایا کرتیں تو جمیل صاحب اکثر ٹوک دیتے۔

"عارفہ بیگم..... یتیمی صرف سات سال کی عمر تک ہوتی ہے آپ کا بھانجا اب اس ترس اور رحم کی عمر سے باہر نکل گیا ہے۔"

مگر عارفہ بیگم بھی اپنے نام کی ایک ہی تھیں مجال ہے جو زاہد کے متعلق کوئی بات سمجھ جاتیں۔ عالیہ کبھی زاہد کے رویے پر دلبرداشتہ ہوتی تو عارفہ کی طرف سے اتنی سختی سے منہ پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا حکم ملتا کہ وہ تڑپ کر رہ جاتی۔ لب سی لیتی۔ مگر حرف شکایت نہ زبان پر لاتی۔ جمیل صاحب کو داماد اور بیٹی کے درمیان ان بن کی خبر ہوجاتی تو وہ ہمیشہ عارفہ کو تنبیہ کرتے۔

"عارفہ تمہیں بارہا سمجھا چکا ہوں کہ اپنے بھانجے کی محبت میں خود کو اتنا دیوانہ نہ بناؤ کہ کل کو بڑا دکھ اٹھانا پڑے۔ اگر بیٹی کی غلطی ہو تو اسے ڈانٹو۔ اگر داماد کو غلط بات پر بھی رعایت دینی ہے تو پھر فائدہ کیا ہے اپنے سگے بھانجے کو داماد بنا کر لانے کا۔ جب تم اسے کچھ کہہ ہی نہ سکو!"

جمیل صاحب اکثر عارفہ کو سمجھاتے رہتے کہ یہ بے اعتدالی کا راستہ مناسب نہیں ہے۔ مگر بعض لوگ کسی بڑے دھچکے کے بعد ہی سبق سیکھتے ہیں اور پھر ہوش میں آتے ہیں۔ اس سے پہلے ان کو ہوش میں لانے کا ہر جتن بیکار ہی ہوتا ہے۔

☆☆☆

اللہ اللہ کر کے خیر سے شادی کا فنکشن تمام ہوا۔ عالیہ نے زخمی پیر کے ساتھ ہی سب کام انجام دیے۔ ایک تو تکلیف کی اذیت اور دوسری اذیت زاہد کے

www.pdf.pklibrary.com

رویے کی رہی۔ اس روز کی نوک جھونک کو زاہد نے دل میں ہی رکھ لیا تھا۔ پورے فنکشن میں عالیہ سے لاتعلقی اختیار کیے رکھی۔ عالیہ نے اس خدشے کے پیش نظر کہ گھر والوں کو اس قصے کی خبر نہ ہو جائے، معافی تلافی کی سعی کی جو بے کار ٹھہری تھی۔ گھر بھر کے سر چڑھے داماد نے اسی گھر میں رہ کر ایسا رعب بٹھایا کہ عالیہ حیران سی رہ گئی۔

''نہیں عالیہ.....! بہت ہو گیا۔ جب تک تمہیں اپنی غلطیوں کا احساس نہیں ہو جاتا۔ اور شوہر کے مقام و مرتبے کا کہ اس سے کس لہجے میں بات کرنی ہے میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گا!'' یہ سزا منتخب کی تھی داماد جی نے۔

''جب تم ہی شوہر کی تذلیل کرو گی۔ ہر وقت گھر داماد ہونے کے طعنے دو گی تو کیا خاک اپنے گھر والوں سے عزت کرواؤ گی میری!''

بجائے اس کے کہ عالیہ زاہد کی بے تکی باتوں اور فضول اعتراضات پر ناراض ہوتی۔ وہ خود ہی ناراض ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ زاہد کو ذرا سا بھی اندازہ نہ تھا کہ بہن کی شادی کی خوشی غارت کر ڈالی تھی۔ بے جا رعب، فضول باتیں کر کے عالیہ کا دماغ چاٹ لیا تھا مگر پھر بھی بیوی کا ہی قصور نکال رہا تھا۔

گھر داماد شاید اسی لیے شیر ہو رہا تھا کہ عالیہ نے زاہد کی سب باتیں گھر والوں سے چھپالی تھیں۔ اور اس کی ساری حرکتوں پر پردہ ڈال دیا تھا کہ کیسے وہ حسد کی آگ میں جل رہا تھا۔ کبھی جوڑوں کی تعداد پر اعتراض تو کبھی سونے کی انگوٹھی پر واویلا۔ اور کبھی اس بات کو لے کر آدھی رات تک عالیہ کا دماغ کھاتا کہ ہماری شادی پر تو تمہارے گھر والوں نے ایسا شاندار انتظام نہیں کیا تھا۔ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی زاہد کے اپنی شادی پر ارمان ہی پورے نہ ہوئے تھے اور خود پر گزرنے والے صدمات بھلائے نہیں جا رہے تھے۔

عالیہ نے زاہد کی باتوں کو اپنے تک ہی رکھا تھا کہ گھر والوں کو زاہد کی پست سوچ کا اندازہ نہ ہو کہ زاہد کیسے ہر فرد کے خلاف کینہ و بغض پالے ہوئے تھا۔ کیسے کیسے شکوے دل میں مچل رہے تھے کہ گھر داماد کو پروٹوکول کم مل رہا ہے۔ ان کی تاج پوشی کی رسم میں کمی رہ گئی تھی۔ ان کو عزت و اکرام وہ نہیں ملتا جس کے وہ حق دار ہیں۔

جبکہ عالیہ کی یہی سوچ تھی کہ انسان اپنے عمل سے عزت حاصل کرتا ہے پیار سمیٹتا ہے مگر زاہد کی سوچ اس کے برعکس تھی۔

☆☆☆

شادی کے بعد فائزہ کی اپنے شوہر کے ساتھ دعوت تھی۔ جس کے لیے خصوصی انتظامات کیے جا رہے تھے اور یہ انتظام دیکھ کر زاہد کے اندر بے چینی و اضطراب منہ زور ہونے لگا تھا۔

''بھئی یہ بیٹھے میں اتنا کچھ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ کھیر، کسٹرڈ، آئس کریم، بڑی فضول خرچ قسم کی فیملی ہے یہ!'' زاہد زیادہ دیر زبان کو نہ روک پایا تو دعوت کے انتظام پر عالیہ کے سامنے کھولن کا اظہار کیا۔

''زاہد..... امی کی خوشی تھی۔ سب ان ہی کی مرضی سے بنا ہے جہاں تک فضول خرچی کی بات ہے تو ابو ان معاملات میں خاصے محتاط ہیں ایک دو باتوں پر ٹوکا بھی تھا مگر امی اپنے دل کی سنتی ہیں!''

فروٹ ٹرائفل پر لوازمات ڈالتے ہوئے عالیہ قدرے ناگواری سے بولی تھی۔

اول تو اسے زاہد کا یوں عورتوں کی طرح کچن میں آ کر ٹوہ لینا سخت زہر لگا تھا اور پھر وہی گھر والوں پر اعتراض اور تنقید۔

''جمیل خالو کی بھی تم نے خوب کہی۔ اچھی خاصی رقم خالہ کے ہاتھ پر رکھ دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں یہ نہ کرو اور وہ نہ کرو۔ عورت کے ہاتھ میں پیسہ ہو تو بھلا وہ اپنا ہاتھ کہاں روکتی ہے!'' مذاق اڑانے والے انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے زاہد نے کہا تو عالیہ محض گھور کر رہ گئی۔ کھیر کے باؤل میں سے اپنے لیے کھیر پیالی میں نکالی تو ساری سجاوٹ کا ناس مار دیا۔ عالیہ کا

www.pdf.pklibrary.com

موڈ خراب ہوگیا۔ زاہد کی کھانے کے معاملے میں بے صبری اسے سخت زہر لگی تھی۔

''زاہد کس نے کس کو پیسے دیے اس کا تو مجھے کچھ اندازہ نہیں۔ مجھے تو جو حکم ملا امی کی طرف سے میں وہ کررہی ہوں اور رہ گئی عورت کے ہاتھ پر شوہر پیسہ رکھے اور وہ فضول خرچ ہوجائے تو اس کا مجھے کوئی تجربہ نہیں!'' عالیہ بظاہر نارمل لہجے میں بولی تو مگر لفظوں کا دکھ ہمیشہ کی طرح زاہد نظر انداز کرگیا تھا۔

عالیہ کو ہمیشہ اس بات کی تکلیف ہوتی تھی کہ زاہد کوئی چھوٹا موٹا کام بھی نہیں کرتا تھا وہ خرچوں کے معاملے میں کلی طور پر ماں باپ کے آگے ہاتھ پھیلاتی تھی۔ دبے دبے لفظوں میں وہ اکثر زاہد کو کہتی رہتی کہ کہیں بھی چھوٹا موٹا کام ہی کرلیں۔ گھر داماد ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ انسان خود کمانا ہی حرام کرلے۔ مگر زاہد کو آرام طلبی کی اتنی عادت پڑ گئی تھی کہ کام کے لیے سویرے اٹھنا اور جانا سخت ناگوار گزرتا تھا۔

جمیل صاحب نے ایک دو جگہوں پر اسے نوکری پر لگوایا تھا مگر ہر نوکری پندرہ دن بعد چھوڑ دی جاتی اور عذر یہ بتایا جاتا کہ دفتر والے کام جانوروں کی طرح لیتے ہیں اور تنخواہ بھی بہت معمولی سی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ خالہ نے چونچلے ہی اتنے اٹھائے تھے کہ ہڈیوں میں آرام بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی سی محنت اور ہلنا جلنا مزاج نازک پر ناگوار گزرتا تھا۔

پھر اس بات کا احساس کہ میں کوئی غیر نہیں ہوں۔ سگا بھانجا ہوں۔ بس اسی سوچ نے زاہد کو ذہنی طور پر کاہل بنا دیا تھا۔

''عالیہ..... ! تم نے آج پھر مجھے نہ کمانے کا طعنہ دیا ہے۔ اسی وجہ سے میرا دل اب تمہاری طرف سے بیزار رہنے لگا ہے۔''

کھیر کی پیالی ختم کرکے اب اس کی نظر فروٹ ٹرائفل پر تھی۔ چمچہ اور پیالی پکڑ کر وہ فروٹ ٹرائفل کی شکل بگاڑنے کے لیے آگے بڑھا تھا۔ اس کا مقصد محض یہ تھا کہ گھر کے نئے داماد کی جتنی خاطریں ہورہی ہیں۔ اسے برباد کیا جائے۔

''زاہد کیا ہوگیا ہے۔ کیوں ہر چیز کو خراب کررہے ہیں۔ تھوڑا سا انتظار نہیں ہوتا آپ سے۔ فائزہ اور عمران آنے والے ہیں پھر سب کے ساتھ مل کر کھالیں!''

عالیہ کو زاہد کی چھچھوری حرکت سخت بری لگی تھی اور پھر ہر برتن میں کھانا نکال کر بے برکتی پھیلائی جارہی تھی۔ اس نے تیزی سے فروٹ ٹرائفل کو فریج میں رکھا اور فریج کو لاک لگا کر اس کے ارادوں کو ناکام بنا دیا۔

☆☆☆

تنے ہوئے چہرے کے نقوش، اکڑی ہوئی گردن، ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے نہایت متکبرانہ انداز میں بیٹھا زاہد نا جانے گھر کے نئے داماد پر کس بات کا رعب جمانے کی کوشش کررہا تھا۔ بظاہر لبوں پر بے نیاز مسکراہٹ سجائے وہ بات بھی کم اور مختصر کررہا تھا۔ مسکرا بھی کنجوسی سے رہا۔ سب گھر والوں کے چہروں پر رقص کرتی خوشی اسے نہ جانے کیوں تکلیف دے رہی تھی۔ خود کو مجسم وقار و متانت ثابت کرنے کی بھرپور کوشش جاری تھی۔

''تو آپ کسٹم میں لگے ہوئے ہیں عمران صاحب؟ کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے کہ زاہد نے نہایت تیکھے انداز میں عمران سے سوال کیا تھا۔

''جی زاہد بھائی!'' عمران کا انداز دوستانہ تھا چہرے پر ہلکا تبسم اسے مزید پروقار بنا رہا تھا۔

''بھئی ہم نے تو سن رکھا ہے کہ اس نوکری میں جتنی حرام کمائی ہوتی ہے اور کہیں نہیں ہوتی۔''

زاہد نے ایک دم ایسی بات کی کہ سب کے چہروں پر سنجیدگی چھا گئی۔ جمیل صاحب کا چہرہ بتا رہا تھا کہ انہیں زاہد کی اس بے تکی بات کا جواز سمجھ نہیں آرہا۔ سب کے سامنے کچھ بول نہ سکے تو ناگواری سے عارفہ کو دیکھا تھا۔ وہ شوہر کے تاثرات دیکھ کر نظریں چرا گئیں۔ فائزہ اور عالیہ کے چہرے تبھی مسکرانا بھول کر زاہد کو تک رہے تھے اور سب سے بے نیاز زاہد یوں بیٹھا تھا جیسے اس نے کچھ کہا ہی نہ ہو۔

www.pdf.pklibrary.com

''زاہد بھائی آپ نے بالکل ٹھیک سنا ہے!''
عمران کا لہجہ سنجیدہ اور مودبانہ تھا اسے زاہد کی بات بے حد بری لگی تھی مگر گھر کے بڑے داماد کا احترام بھی ضروری تھا۔

''مگر مجھے میرے والدین نے رزق حلال کمانے کی تربیت دی ہے اگر انسان کی تربیت اچھی نہ ہو تو پھر یہ کسٹم کی نوکری کیا کھوکے پر بیٹھا آدمی بھی حرام کما سکتا ہے!''

عمران کے جواب میں اس قدر معقولیت تھی زاہد لاجواب ہو گیا تھا۔

اپنی طرف سے تو اس نے بڑی قابلیت اور دانش مندی کی بات کی تھی مگر عمران نے جواب دے کر اس کے چھکے چھڑا دیے تھے۔ زاہد کی اس گھٹیا بات کے پیچھے بس یہی وجہ تھی کہ عمران سب گھر والوں کے لیے قیمتی اور بیش قیمت تحائف لایا تھا..... اور سب کی نظروں کے پرمسرت رنگ زاہد کو بالکل بھلے نہ لگ رہے تھے۔ کھانے کے دوران بھی زاہد کوئی نہ کوئی بے تکی بات کر کے ماحول میں بے چینی پھیلاتا رہا تھا۔ عارفہ اور عالیہ مجبور تھیں کہ جو تواضع عمران کی کریں بالکل ویسے ہی زاہد کی بھی کی جائے۔ پھر کہیں جا کر زاہد کے چہرے کا تناؤ کم ہوتا تھا۔

زاہد کے لیے اہم بس اپنی ذات تھی جسے جو بھی نظر انداز کرے یا جب بھی نظر انداز کرے اس کی خیر نہیں۔

جمیل صاحب باریک بینی سے زاہد کے رویے اور حرکات وسکنات کا جائزہ لے رہے تھے۔ وہ اس لمحے بے حد خاموش سے تھے۔ زاہد کی مہمانوں کے سامنے طنزیہ گفتگو بے مقصد باتیں اس بات کی غماز تھیں کہ اسے جو بے جا توجہ دی تھی اس کے نخرے اٹھائے تھے وہ اب اپنا اثر دکھا رہے تھے۔ اس کے علاوہ عالیہ کی حیثیت تو بے دام کے غلام کی سی ہوتی تھی جس پر فرض تھا کہ اپنے حلق میں ایک بھی لقمہ اتارنے سے پہلے زاہد کی خدمت کی جائے ورنہ وہ گناہ گار ہوگی۔ معمولی سی بھی کوتاہی پر وہ بیوی پر طنز کرنا نہ بھولتا۔

''عالیہ..... کیا آج بس مہمانوں کو کھانا ملے گا۔ شوہر کو بھوکا مارنے کا پروگرام بنا رکھا ہے۔!''

بظاہر لبوں پر مسکراہٹ ہوتی مگر آنکھوں سے نکلتے شعلے بیوی کو جلا کر بھسم کر دینے کے درپے ہوتے۔ زاہد کے نزدیک عالیہ کی حیثیت اس کی باندی جیسی تھی جو صرف اپنے مالک کی خدمت میں کوئی کمی نہ آنے دے۔

جمیل صاحب گہری سوچ میں گم تھے۔ داماد کے متعلق غور فکر میں مبتلا تھے۔ ان کے مطابق زاہد کا رویہ کسی طرح بھی نارمل نہیں تھا۔ اس کا انداز گفتار انتہائی تکلیف دہ تھا۔ جو محفل میں سب کے سامنے بیوی کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھے ہوئے ہے وہ تنہائی میں کیا کرتا ہوگا۔ یکا یک جمیل صاحب کی نظریں بیٹی کے پاؤں پر جا ٹھہری تھی۔ وہ چلتے ہوئے تکلیف سے پاؤں اٹھاتی تھی تو اثر چہرے پر بھی نظر آتا تھا۔

نہ جانے اس تکلیف کے پیچھے بھی اصل کہانی کیا ہے؟ جو ان کی بیٹی نے کسی تکلیف کا ذکر نہیں کیا تھا؟؟'' جمیل صاحب کی نظروں سے غافل عالیہ اپنے کام میں مصروف تھی۔ اس بات سے بے خبر جمیل صاحب ان دونوں کے متعلق کچھ سنجیدگی سے غور کر رہے تھے۔

☆☆☆

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زاہد کی گھر کے ہر معاملے میں مداخلت بڑھنے لگی تھی۔ وہ یوں سب پر اعتراض کرتا تھا جیسے گھر کا سربراہ ہو۔ کوئی کیا کھا رہا ہے کیا پہن رہا ہے۔ گھر میں ہونے والی کوئی بات بھی زاہد کے ریڈار سے بچ نہیں پاتی تھی وہ ہر بات پر ہر معاملے میں بولنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔

''خالو جی..... یہ جیکٹ تو میرے سائز کی ہے۔ آپ بزرگ بندے آپ کا ان فینسی لباس سے کیا لینا دینا۔''

عمران اور فائزہ جمیل صاحب کے لیے سردیوں کے موسم کے لیے جیکٹ لائے تھے۔ زاہد نے انہیں

www.pdf.pklibrary.com

پہنے ہوئے دیکھی تو بے حد تکلفی سے اتروا کے خود پہن لی۔ عالیہ اس کی حرکت پر جل بھن کر رہ گئی۔ جمیل صاحب کو بھی زاہد کی حرکت ناگوار گزری تھی مگر بیٹی کی خاطر درگزر سے کام لیتے ہوئے خاموشی اختیار کی تھی۔ ورنہ ایسی بے تکلفی کی اجازت تو انہوں نے اکلوتے بیٹے کو بھی نہیں دی تھی۔

زاہد کی اس قسم کی حرکات اکثر و بیشتر گھر کے ماحول کو کشیدہ کرتی رہتی تھیں۔

''علی کو اتنا مہنگا لیپ ٹاپ لے کے دینے کی کیا ضرورت تھی۔ آج کل کے لڑکے صرف فضولیات کے لیے یہ سب خرید لیتے ہیں۔ پڑھائی کیا خاک ہوتی ہوگی!'' علی نے نیا لیپ ٹاپ خریدا تو ایک ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔

''یہ ہما..... کالج سے بس پر نہیں آسکتی۔ سب لڑکیاں آجارہی ہوتی ہیں۔ تم لوگوں نے خوامخواہ میں میری ڈیوٹی لگادی ہے۔ اتنا پیٹرول لگ جاتا ہے۔''

زاہد کو ہر بات پر اعتراض، کوئی نہ کوئی تکلیف ہوتی تھی۔ کچھ نہ کرنے کے باوجود اگر کوئی کام کہہ دیتا تو زاہد تو بل کھا کر رہ جاتا۔ سارا سارا دن کمرے میں اے سی چلتا رہتا ہے اور ٹی وی آن رہتا۔ عالیہ کھانے پکا پکا کر ادھ موئی ہو جاتی مگر داماد جی کے نخرے ہی ختم نہ ہوتے تھے۔ اب جمیل صاحب نے بائیک خرید کر دی تاکہ زاہد بھی ہل جل لیا کرے مگر زاہد کام نہیں بس آرام کرنا جانتا تھا۔ پیٹرول کے بھی پیسے جمیل صاحب دیتے تھے۔ زاہد نے بمشکل دو مہینے کرتے پڑتے ڈیوٹی دی اور تقریباً روز ہی ہما ماں اور بہن کو سناتی کہ زاہد بھائی سارے راستے ڈانٹتے آئے ہیں۔

ہما کو کالج سے نکلنے میں ذرا سی دیر ہو جاتی تو زاہد کے الٹے سیدھے شک شروع ہو جاتے۔

آج کل کی لڑکیاں بڑی چلتر ہیں۔ کالج کے بہانے نا جانے کن آوارگیوں میں لگی ہوتی ہیں۔ گھر والوں کی آنکھوں میں مرچیں ڈال کر نا جانے کہاں کہاں کس کس کے ساتھ سیر سپاٹے ہوتے ہیں۔ ایسی تعلیم سے تو بہتر ہے کہ گھر میں بیٹھ کر پرائیویٹ امتحان دے دیا جائے!'' زاہد آئے روز کوئی نہ کوئی اعتراض کر کے ہما کی جان جلاتا رہتا تھا۔ مقصد محض یہ تھا کہ کسی بہانے سے یہ لانے لے جانے سے جان چھڑانا۔

گھریلو امور میں زاہد کی بڑھتی دخل اندازی جمیل صاحب کو دن بہ دن الجھائے جا رہی تھی۔

''آج پھر سالن میں سبزی، ہر روز دال سبزی، اچھا بھلا تو کماتے ہیں خالو جی مگر نا جانے کس بات کی کنجوسی ہے۔ اولاد پر تو دونوں ہاتھوں سے لٹاتے ہیں۔ ان کی تو ہر جائز و ناجائز ضروریات پوری کرتے ہیں۔ مگر گھر داماد کے ساتھ یہ غیر انسانی سلوک!''

پہلے جو لڑائی جھگڑے کی آوازیں کمرے کے اندر رہتی تھیں اب باہر آنے لگتیں تو ہولے ہولے سب پر یہ انکشافات ہونے لگے کہ داماد صاحب نے گھر کی بیٹی کی ناک میں کس طرح دم کر رکھا ہے وہ تو ابھی تک عالیہ کی کوششوں سے زاہد کے بہت سے عیب چھپے ہوئے تھے۔ اور کبھی اگر کسی سے شکایت کرنے کی کوشش بھی کی تو خالہ کی محبت بھانجے کے لیے جاگ جاتی اور عالیہ کو اپنی تکلیف و پریشانی کو خود ہی چپکی دے کر سلانا پڑتا۔

''زاہد..... ابو کہتے تو ہیں کہ ان کے ساتھ جا کر دکان پر بیٹھا کریں۔ ان کی مدد بھی ہو جائیگی اور آپ کا روزگار بھی لگا رہے گا۔ وہ نوکری بھی کرتے ہیں دکان بھی دیکھتے ہیں۔ آخر کیا کیا کریں وہ بے چارے اس بڑھاپے میں!''

جمیل صاحب نے بہت بار عالیہ کو کہا تھا کہ زاہد کو کہا کرو کہ میرے ساتھ دکانیں دیکھا کرے اب اس بڑھاپے میں زیادہ کام نہیں ہوتا۔ انہیں کسی مدد گار کی ضرورت تھی اور داماد سے بڑھ کر بھلا کون مدد گار ہو سکتا تھا۔ علی ابھی پڑھائی میں مصروف تھا ویسے بھی تعلیم کے بعد اس کا پروگرام نوکری کرنے کا تھا مگر علی اس قدر سعادت مند تھا کہ جب بھی والد صاحب کی طرف سے حکم ملتا وہ دکان کا بھی کوئی نہ کوئی کام کر لیتا۔ زاہد فارغ تھا اور سارا دن گھر پر ہی ہوتا تھا

www.pdf.pklibrary.com

مگر آرام پسندی تو زاہد کی عادت بن گئی تھی محنت تو اس کی نازک مزاجی پر گراں گزرتی تھی۔

وہ تو چاہتا تھا کہ محنت بھی نہ کرے اور ہاتھ پیر ہلائے بغیر دکانوں کی معقول رقم ہاتھ میں آیا کرے۔ جبکہ عالیہ کو ہر ضرورت کے لیے باپ کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا تھا۔ وہ اکثر زاہد پر زور بھی دیتی تھی کہ زاہد جمیل صاحب کے ساتھ جایا کرے مگر وہ دو چار دن جا کر پھر کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر جان چھڑا لیتا تھا۔ اگر دونوں کے درمیان اس موضوع پر بحث ہوتی تو عارفہ ہمیشہ کی طرح بھانجے کو سپورٹ کرتی تھیں۔

"کیا ہو گیا آپ سب کو..... اس طرح سب زبردستی کریں گے تو وہ باغی ہو جائے گا۔ آہستہ آہستہ ذمے داریوں کا احساس اس کو کام کاج کی طرف لے آئے گا!" عارفہ تو زاہد کے ساتھ ایسے دلار کرتیں کہ جیسے وہ ابھی ماں کی گود میں بیٹھا بچہ ہو۔

"عالیہ.....! تمہاری ماں بھی انڈے کا چھلکا نہیں ٹوٹنے دیں گی۔ نہ چھلکا ٹوٹے گا نہ چوزہ باہر نکلے گا۔!"

سر کو غصے سے جھٹکتے ہوئے جمیل صاحب زاہد کی آرام پسندیوں اور عارفہ کے بے جا لاڈ پیار پر اکثر تنقید کرتے تو عالیہ شرمندگی کے گہرے پانیوں میں سرتاپا ڈوب جایا کرتی تھی۔ وہ کبھی نرمی کبھی پیار سے زاہد کو کمانے کی طرف راغب کرتی رہتی تھی۔

"گھر داماد ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ انسان ہاتھ پیر ہی ہلانا چھوڑ دے!"

یہ بات زاہد کے پتھر دل پر اثر کر ہی گئی اور یوں شاہی سواری بڑے اہتمام سے روز صبح دکان کے لیے روانہ ہونے لگی تو عالیہ نے سکون کا سانس لیا۔ مگر اسے کیا خبر تھی کہ یہ سکون صرف چند روزہ ثابت ہوگا۔ زاہد کی من مرضی اور غیر سنجیدگی جمیل صاحب کو وہاں بھی پریشان کر کے رکھ دیں گی۔ بات بات پر گاہکوں سے بحث کرنا۔ درشتی اور بدتمیزی سے ایسے بات کرتا کہ جمیل صاحب نے مارکیٹ میں جو عزت اتنے سالوں میں بنائی تھی زاہد اسے دنوں میں برباد کرنے پر تل گیا تھا۔ جمیل صاحب کی دور اندیشی بتا رہی تھی کہ زاہد کچھ بڑا نقصان کر کے ہی دم لے گا۔ اور پھر ان کا شک درست ثابت ہوا۔ ایک شام وہ دکان پر گئے تو دکانوں کے سامنے لوگوں کا اژدھام دیکھ کر ہی ان کا دل دہل گیا۔ اتنا شور تھا کہ کچھ کہنا سننا محال ہو جا رہا تھا۔ وقفے وقفے سے زاہد کی پھٹی پھٹی آوازیں سنائی دیتی۔ پوری مارکیٹ میں ایک ہنگامہ برپا تھا۔ وجہ پوچھنے پر پتا چلا کہ زاہد نے گاہکوں سے بدتمیزی کی تھی اور نتیجہ ہاتھا پائی کی صورت میں نکلا تھا۔ زاہد کے کپڑے تک پھٹ چکے تھے مگر وہ ہر بات سے بے نیاز بدلحاظی پر اترا ہوا تھا۔

اتنے سالوں سے چلتا کاروبار، بنی بنائی عزت کو زاہد نے منٹوں میں مٹی میں ملا کر رکھ دیا تھا۔ ساری مارکیٹ یہ تماشا خوب مزے لے کر دیکھ رہی تھی۔ زاہد کسی بپھرے ہوئے سانڈ کی طرح قابو میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

جمیل صاحب نے یہ صورت دیکھ کر دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا تھا ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ زاہد حد سے اتنا باہر نکل آئے گا۔ گھر تو گھر باہر کے نظام کو بھی درہم برہم کر کے رکھ دے گا۔ گھر داماد نہ ہوا کوئی عذاب مول لیا تھا جیسے ساری زندگی سر پر رکھ کر بھگتتے رہو اور اف نہ کرو کہ بیٹی کا گھر برباد نہ ہو جائے۔

پوری رات جمیل صاحب جاگتے رہے اور اس معاملے کے ہر پہلو پر غور کرتے رہے۔ یہ معاملہ اب اتنا معمولی نہیں رہا تھا کہ اسے ہلکا لے کر نظر انداز کر دیا جاتا۔ گھر داماد کے اختیارات ضرورت سے زیادہ بے قابو ہونے لگے تھے۔ ابھی تک تو وہ لحاظ میں خاموش تھے مگر اب خاموش رہنا انہیں بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں لگ رہا تھا۔ اس معاملے کو عقل مندی سے سلجھانے کا وقت آ گیا تھا۔

آئے روز عالیہ اور زاہد کی لڑائیاں بھی بڑھنے لگی تھیں۔ تقریباً ہر روز ہی وہ آوازیں سنتے تھے۔ بیٹی کی غم میں ڈوبی آواز سن کر ان کی راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ زاہد کی طرف سے کوئی نہ کوئی فرمائش

www.pdf.pklibrary.com

یا کوئی نہ کوئی نیا اعتراض۔ ہر روز کوئی نہ کوئی نیا فساد سر اٹھائے کھڑا ہوتا تھا۔ اور پھر مارکیٹ میں گزشتہ روز ہونے والے ہنگامے نے تو پورے گھر کو ہی ہلا ڈالا تھا۔

ہر کوئی حیران و پریشان تھا۔ عارفہ پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے تھے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کا چہیتا بھانجا لاڈلا داماد یہ گل کھلائے گا۔

"دیکھ لیا عارفہ۔ اپنی بے جا حمایت داماد کے حق میں۔ جس کی عزت کرنے کا درس آپ پورے گھر کو دیتی تھیں۔ اس نے ہماری عزت مٹی میں ملانے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی!" جمیل صاحب آج کھل کر بول رہے تھے اور عارفہ سر جھکا کر سننے پر مجبور تھیں۔

"کتنا منع کیا تھا کہ مت پڑو ان چکروں میں کہ بھانجے کو گھر داماد بنانا ہے۔ مگر تم پر تو اپنے بھانجے کی محبت کا بھوت سوار تھا!" زاہد نے عارفہ کو کچھ کہنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔ آنکھوں میں ندامت کے آنسو تھے جن کو وہ بے بسی سے دوپٹے میں جذب کیے جا رہی تھیں۔

"عارفہ —— کوئی مجبوری نہیں تھی ہماری زاہد کو گھر داماد بنا کر رکھنے کی۔ ہمارا بیٹا ہمارے پاس موجود ہے ہمارے بڑھاپے کا سہارا۔ پھر بھی میں نے آپ کی محبت میں آپ کی طفلانہ ضد مان لی مگر نتیجہ دیکھ لیا۔"

جمیل صاحب دونوں ہاتھ پشت پر باندھے مسلسل ٹہلتے ہوئے بول رہے تھے مگر اضطراب اور پریشانی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اب وہ اس مسئلے کا کوئی فوری —— حل تلاش کر رہے تھے۔ زاہد نے ایک بار بھی آ کر معافی تلافی نہیں کی تھی۔ وہ تو یوں اکڑ رہا تھا کہ جیسے وہ بالکل درست تھا۔ اس کی کوئی بھی غلطی نہیں تھی۔

"ابو ...... میں تو کہتا ہوں عالیہ باجی کی اس جاہل شخص سے علیحدگی کروائیں اور جان چھڑائیں۔" علی نے جوانی کے جوش میں ایک دم سے ہی بہت بڑی بات کر دی تھی کہ عارفہ کا دل دہل کر رہ گیا۔ علی کے نزدیک یہی اس مسئلے کا فوری حل تھا۔

"نہیں بیٹا...... کچھ رشتے بہت نازک ہوتے ہیں بالکل کانچ جیسے۔" جمیل صاحب کی متفکر آنکھوں میں جھلکتی دور اندیشی سنجیدہ فیصلوں کا عندیہ دے رہی تھی۔

"شاید کانچ سے بھی زیادہ نازک، اگر وہ ٹوٹ جائیں تو ان کی کرچیاں تاحیات بدن میں چبھتی رہتی ہیں اور اذیت دیتی رہتی ہیں!" وہ کچھ دیر کے بعد دوبارہ سے گویا ہوئے تھے۔

کافی غور و فکر کے بعد جمیل صاحب نے اس مسئلے کا حل نکال ہی لیا تھا۔

ایک الگ مکان کرایہ پر لے کر اور ایک دکان بیٹی اور داماد کے حوالے کر کے ان کو الگ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"اب زندگی تمہاری ہے جیسے چاہو گزارو۔" انہوں نے داماد اور بیٹی کو گھر سے رخصت کرتے ہوئے نہایت خندہ پیشانی سے کہا تھا۔ داماد کے چہرے پر بارہ بجے تھے اور عالیہ کے چہرے پر اطمینان بکھرا تھا۔ کام چور شوہر کو اب کام جو کرنا تھا۔ اب اسے باپ سے مانگنے کی ذلت نہیں اٹھانی پڑے گی۔ وہ باپ کے فیصلے سے دلی طور پر خوش تھی۔ اب شوہر کمائے گا اور وہ بھی سر اٹھا کر جیے گی۔

زاہد کا مرجھایا چہرہ اس بات کا غماز تھا کہ سب عیش و آرام اب رخصت ہونے جا رہا تھا۔ اب خود محنت کرنی تھی خود کمانا تھا اور بیوی کو بھی کھلانا تھا۔

اور کونے میں خاموش کھڑی عارفہ ایک نقطے پر سنجیدگی سے غور کر رہی تھیں کہ "سو بہوئیں بھگتا لو، ایک گھر داماد نچا کے رکھ دیتا ہے۔"

عارفہ دل ہی دل میں توبہ توبہ کر رہی تھیں۔ خوب تگنی کا ناچ نچایا تھا اس سر چڑھے داماد نے۔ اب جو فیصلہ جمیل صاحب نے کیا تھا وہ اس پر دل و جان سے راضی تھیں۔ وہ دل سے بیٹی کی خوشیوں کے لیے دعا گو تھیں۔

www.pdf.pklibrary.com